ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.1(2023)
(January to June)

کرشن چندر کے ناول "جب کھیت جاگے" میں ترقی پسندیت

Progressivism in Krishan Chander's novel"Jab Khet Jaage"

ڈاکٹر محمد محسن (ساحل سلہری)
انچارج علامہ اقبال لائبریری، سیالکوٹ

Abstract:

Karishan Chander is a prominent novelist of Urdu literature. He was born November 23, 1914 in Bharatpur, Rajasthan India. He wrote many Urdu short story and novels.He was an important progressive novelist.In his novels, Marx's thought and philosophy, social inequality and class division have been made the subject,In his novels there is compassion, pain and philanthropy.Krishan Chander is a story teller of man. Krishan Chader preaches hid Marxist ideas in his novel. He has described the helplessness, impoverishment, narrowness and exploitation of man. He has mentioned the events, facts and problems of contemporary life. In the novel " Jab Khet Jaage" Krishan Chander has made the peasant's revolution and rebellion the subject. The hero of the novel Rakho Rao demand their right and justice.

Key Words: Krishan Chander, Fiction Writer, Novelt, Progressivism, Rakhu Rao, Veerya, Jagannath Reddy, Chandri, Peasant, Vitti

اردو کے مقبول ترقی پسند فکشن نگار کرشن چند 23 نومبر 1914ء کو بھرت پور، راجپوتانہ برطانوی ہندوستان (موجودہ راجستھان) میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد ڈاکٹر کی ملازمت کرتے تھے۔ دراصل وزیر آباد شہر ضلع گوجرانوالہ (غیر منقسم پنجاب) ان کا آبائی وطن ہے۔ کرشن چندر نے اپنے بچپن کے کچھ سال کشمیر کے علاقے پونچھ میں گزارے، جہاں ان کے والد مہاراجہ پونچھ کے ڈاکٹر تھے۔ بعد میں وہ لاہور آ گئے۔ کرشن چندر نے ایف سی کالج لاہور سے ایف ایس سی 1931ء میں اور بی اے کا امتحان 1933ء میں پاس کیا۔ انھوں نے 1935ء میں ایم اے کرنے کے بعد ایل ایل بی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ کرشن چندر نے دو شادیاں کیں۔ ان کی پہلی بیوی ودیاوتی کا تعلق ایک بہت معزز گھرانے سے تھا۔ اس میں سے ان کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ انھوں نے دوسری شادی ایک طلاق یافتہ خاتوں سلمٰی صدیقی سے کی اس میں سے ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ کرشن چندر اردو ادب کے لیے لازوال ناول اور افسانے لکھنے کے بعد 8 مارچ 1977ء کو ممبئی میں انتقال کر گئے۔

صفِ اول کے ترقی پسند کہانی کار اور ناول نگار کرشن چندر کی کشمیر کی زندگی سے زیادہ لاہور کی زندگی ہنگاموں سے پر رہی۔ انھیں زندگی کے تمام مسائل سے دلچسپی تھی۔ وہ لاہور اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے سرگرم رکن رہے اور لا کالج میں ہونے والی

ہڑتالوں میں بھی بہت پیش پیش رہے۔ کرشن چندر انسانیت کے فسانہ خواں ایک نابغہ روزگار تخلیق کار ہیں۔ انھوں نے اردو ادب کو اعلا اور معیاری ناولٹ دیے ہیں، اس لیے وہ اردو فکشن نگاروں میں سر فہرست نظر آتے ہیں۔ انھوں نے مختلف النوع پہلوؤں سے اپنی تخلیقات میں عزم نو اختیار کیا ہے۔

کرشن چندر کے اردو ناولوں میں عام طور پر رومانیت پائی جاتی ہے لیکن ان کے ناول "جب کھیت جاگے" میں عدم مساوات، معاشرتی ناہمواری، طبقاتی تقسیم اور مارکسی فکر و فلسفہ ملتا ہے۔ جس دور میں کرشن چندر نے یہ ناول تخلیق کیا اس وقت ملک کے حالات میں تبدیلی آچکی تھی اس لیے ناول نگار کا موضوع اور مزاج بھی الگ ہونے لگا۔ اس معاشرتی تبدیلی اور ملکی حالات سے کرشن چندر بے حد متاثر ہوئے اور انھوں نے ناول "جب کھیت جاگے" تخلیق کیا۔ اس ناول کی تخلیق سے قبل اخلاقی، تاریخی، وطن پرستی، حقیقت پسندی اور عشق و محبت کے موضوعات پر ناول لکھے جا رہے تھے ایسے حالات میں کرشن نے "جب کھیت جاگے" جیسا ناول لکھ کر اردو افسانوی ادب کو اک نیا رخ عطا کیا۔ کرشن کے ناول "جب کھیت جاگے" کے بارے میں سید محمد عقیل رضوی رقم طراز ہیں:

> "اخلاقی، تاریخی ناولوں کے بعد وطن پرستی، دیس بھگتی اور سماجی اصلاح کا رجحان آیا پھر حقیقت نگاری کی تحریک نے عشق و محبت کے حقیقی افسانوں اور سماجی کشمکشوں کو اپنایا اور اب جب ہندوستانی زندگی کی رو بہت تیز ہے مگر رفتارِ زمانہ سیاسی خلفشار، طبقاتی کشمکش اور حیات کی حرکی تصور نے زندگی کو آئینہ دکھا کر ادب کو اپنا رخ بدلنے کے لیے مجبور کر دیا۔"(۱)

"جب کھیت جاگے" میں ناول نگار نے کسانوں کی بغاوت اور ان کے اندر بیدار ہونے والے انقلاب کو موضوع بنایا ہے۔ کسانوں کے اندر پیدا ہونے والی یہ بغاوت طبقاتی نوعیت کی ہے جو بعد میں جمہوریت کا انداز اپنا لیتی ہے۔ کرشن چندر کے لکھے اس ناول کا مرکزی ہیرو راکھو راؤ ہے جو کہ ویریا کا بیٹا ہے۔ ویریا کھیتوں میں کام کرتا ہے۔ راکھو راؤ کو بائیس سال کی عمر میں ہی پھانسی کی سزا سنائی گئی اور وہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہے۔ جیل میں وہ اپنی آخری رات اپنے ماضی میں جھانکتا ہے اور وجہ معلوم کرتا ہے کہ وہ مجرم کیوں بنا۔ اس ناول کی پوری کہانی اس راکھو راؤ کی گزری ہوئی زندگی ہے۔ ناول نگار نے دراصل اس ناول میں کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں اور زمینداروں کے درمیان پائے جانے والے طبقاتی امتیاز، تفریق اور لڑائی کو موضوع بنایا ہے۔ ناول نگار نے کھیتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو وٹی طبقے کا نام دیا ہے جس کو زمینداروں کا ظلم سہتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

ناول کا مرکزی ہیرو راکھو راؤ ابھی تین برس کا تھا کہ اس کی ماں انتقال کر گئی۔ اس کی پرورش اس کے والد ویریا نے کی۔ اس طرح ان باپ بیٹوں میں دوستی اور ایک ساتھی کا رشتہ بھی تھا۔ راکھو اور اس کا والد دونوں کھیتوں میں مزدوری کرتے تھے۔ بیٹا بھی باپ کی طرح مزدوری کرنے لگا کیوں کہ ان کے پاس اپنی ذاتی کوئی زمین نہ تھی۔ گاؤں کے دوسرے کسانوں رنگڈو، راملو، سوم اپا اور سری پورم کے پاس بھی زمین نہیں تھی راکھو نے بھی اپنے والد سے بیج بونا اور فصل کاٹنا سیکھ لیا تھا۔ راکھو کے والد ویریا نے اپنے بیٹے کو کام سیکھا کر اپنا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کی مگر زمیندار اس پر اور بوجھ ڈالتا جاتا۔ جب ویریا گاؤں کے دوسرے بچوں کو سکول جاتے

دیکھتا تو اس کے اندر کا باپ بھی جاگ جاتا کہ وہ بھی اپنے بچے کو تعلیم کے حصول کے لیے سکول بھیجے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ وٹی کا بیٹا تو وٹی ہی بنے گا اس طرح وہ اپنے دل کو منا لیتا ہے۔ کرشن چندر کے ناول "جب کھیت جاگے" کا یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "پھر وہ دن بھی آ گیا جب راکھو راؤ نے بیج بونا، فصل کاٹنا اور دونوں سے محروم رہنا سیکھ لیا تھا اور اب وہ پورا کھیت مزدور بن گیا تھا اور اس کی تعلیم مکمل ہو گئی تھی۔۔۔۔ وٹی کا لڑکا وٹی ہوتا ہے جیسے زمیندار کا لڑکا زمیندار ہوتا ہے اور نمبر دار کا لڑکا نمبر دار ہوتا ہے اور پروہت کا لڑکا پروہت ہوتا ہے اس طرح سے کچھ لڑکے سکول جاتے ہیں اور کچھ لڑکے کھیتوں پر فصل کاٹتے ہیں اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔"(۲)

ویریا کھیتوں میں مزدوری کرتا رہتا ہے اور اس کے اندر سے یہ سوال اٹھتا ہے کہ کب تبدیلی آئے گی کب تک یہ بوسیدہ نظام چلتا رہے کیا کبھی وقت بدلے گا اور وٹی کا بیٹا بھی سکول جائے گا۔ کیا مزدور کے بچے بھی تعلیم حاصل کریں گے۔ کیا مزدور کا بچہ بھی زمیندار کے بچے کے برابر ہو سکے گا۔ ویریا نے زندگی کی اس تلخ حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے اور ہار مان لی ہے۔ گاؤں کے میلے میں زمیندار کے بچوں کی طرح مزدور کے بچے کا دل بھی میلہ گھومنے کو کرتا ہے۔ ویریا گاؤں کے میلے میں اپنے بیٹے راکھو راؤ کو لے جاتا ہے وہ میلے میں جانے کی تیاری کرتا ہے ناول کا یہ اقتباس دیکھیے:

> "ویریا نے پہلی بار اپنے بیٹے کو بالکل نئے کپڑے پہنائے گاڑھے کی دھوتی، گاڑھے کا کرتا اور سر پر گاڑھے کی پگڑی اور گلے میں کالا دھاگا اور ایک جنتر منتر کا مٹکا جو اس کو کسی سادھو نے دیا تھا اس روز راکھو راؤ بھوگا قتی ندی میں نہا کر اور اجلے کپڑے پہن کر بہت خوش ہوا۔۔۔۔۔ اپنے باپ کے ہمراہ گاؤں کے بیچ کھلی جگہ کی سمت چلا گیا جہاں میلہ لگا تھا۔"(۳)

ناول "امراؤ جان" میں رسوا نے امراؤ جان کا میلہ گھومنے جانا اور کرشن چندر نے راکھو کا میلہ گھومنے جانے کا ذکر کیا ہے لیکن دونوں میلوں میں فرق ہے۔ اس میلے میں امراؤ جان اغوا کر لی جاتی ہے پھر اس کی زندگی میں ایک بڑی تبدیلی رونما ہوتی ہے اسی طرح میلے کے بعد ہی راکھو راؤ کی زندگی میں ایک انقلاب آتا ہے۔ معاشرے کی یہ روایت ہے کہ اعلا طبقہ نچلے طبقے کو حقیر سمجھتا ہے اسے کبھی اپنے برابر نہیں سمجھتا۔ راکھو ہمیشہ ریشم کے کپڑے پہننے کی خواہش کرتا مگر اس کے والد کی اتنی حیثیت نہیں تھی کہ وہ ریشم کے کپڑے خریدتا اور نہ اسے گاؤں میں ریشم کے کپڑے پہننے کی اجازت تھی۔ میلے میں گھوم پھر کر جب دونوں باپ بیٹا واپس گھر کو جانے لگتے ہیں تو ان کی ملاقات پٹیل کے کارندے بھیمیا اور درگیا سے ہو جاتی ہے اور وہ انھیں زمیندار کے ہاں جانے کا کہتے ہیں لیکن ویریا کہتا ہے کہ آج تو میلہ ہے، بس اسی بات پر وہ دونوں باپ بیٹے کو مارنا شروع کر دیتے ہیں ناول کا یہ اقتباس دیکھیے:

> "بھیمیا نے راکھو راؤ کو گریبان سے پکڑ لیا۔ ان کے رخساروں پر دو طمانچے لگائے اس کی پگڑی اتار کے دھول میں پھینک دی اور اس کے نئے کرتے کو دونوں ہاتھوں سے چیر دیا۔ اس کی دھوتی کھول کر اسے ننگا کر دیا اور اسے لات مار مار کر زمین پر گرا دیا۔۔۔۔ راکھو نے لڑنے کی

کوشش کی مگر بھیمیا بہت تگڑا اور وہ ابھی بچہ۔۔۔۔ ویریا نے بھاگ کے در گیا کے ہاتھ پکڑ لیے
اور گڑ گڑا کر بولا مالک یہ تو بچہ ہے اسے کیا معلوم کہ ہم وٹی ہیں۔ سرکار کے غلام ہیں۔"(۴)

گاؤں کے میلوں اور دیگر تفریحی مقامات پر صرف زمیندار ہی جاتے تھے مزدور صرف کھیتوں میں کام کرتے ان کو میلے اور تفریح پر جانے کی اجازت نہ تھی اس وجہ سے ویریا اور اس کے بیٹے راکھو کی مار پیٹ ہوئی۔ کیوں کہ وہ خلاف معمول میلے پر چلے گئے تھے اس لیے ان پر زمیندار کی طرف سے تشدد کیا گیا۔ زمینداروں کا تشدد اور ظلم کھیت مزدوروں کو ہر حال میں سہنا پڑتا۔ مزدور اونچی گردن کر کے چل بھی نہیں سکتا تھا اس لیے ویریا نے اپنے بیٹے راکھو کی گردن نیچے کرادی۔ مزدوروں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا اس لیے راکھو اس نظام کو بدلنا چاہتا تھا۔ وہ سماجی ناہمواری کا سخت مخالف تھا وہ نسل در نسل سے چلتے آرہے اس سلسلے کو ختم کرنا چاہتا تھا اس کے اندر نفرت ابھرتی جارہی تھی۔ اور وہ مالک اور زمیندار کے ہاتھوں مزدور اور کسان کا اور زیادہ استحصال نہیں چاہتا تھا۔ کرشن چندر کی ترقی پسندی میں بھی رومانیت کا عنصر غالب آجاتا ہے وہ راکھو راؤ کی محبت کے جذبے کو یوں بیان کرتے ہیں:

"چھوٹے چھوٹے دانت موتیوں کی لڑی کی طرح ہونٹوں کے درمیان چمکتے ہوئے پھر چندری
کی چولی۔۔۔۔ بالکل سرخ چولی جس میں چھوٹے چھوٹے آئینے ٹکے ہوئے تھے۔۔۔۔ اور سرخ
تاگوں کے گہرے نشان جلد کی سپیدی میں گلاب کی رگ کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔۔۔۔ چندر
کے لٹوں سے چست کے جھومر لٹک رہے ہیں۔ جن کے اندر سرخ مخمل ٹکی ہوئی ہے۔"(۵)

کرشن چندر نے ناول کے اس حصے میں حسن کی منظر کشی کی ہے۔ وہ شاعرانہ انداز میں منظر کشی کرتے نظر آتے ہیں نثر میں تشبیہ کا استعمال کرتے ہیں۔ کرشن چندر کے ناول میں موجود چندری کھیتوں میں کام کرنے والی کسی مزدور کی بیٹی ہے۔ چندری بھی اپنے باپ کے ساتھ کھیتوں میں روئی چنتی ہے۔ راکھو راؤ اور ویریا کی طرح زمیندار چندری کا بھی استحصال کرتا تھا۔ کرشن چندر نے چندری کے روپ میں غریب مزدور طبقے کی عورتوں کو جنسی تشدد اور ہوس کا نشانہ بنانے والے زمینداروں کی عکاسی کی ہے۔ کہ کس طرح یہ اعلا طبقہ نچلے طبقے کے مردوں بل کہ عورتوں کا بھی استحصال کرتا ہے۔ کرشن چندر نے کسان میں انقلابی جذبوں کو اجاگر کیا ہے۔ کہ کسان آخر کب تک ظلم برداشت کرتے رہیں گے۔؟ انھیں انصاف کے لیے اب جاگنا ہو گا۔ "جب کھیت جاگے" کسان کے جاگنے اور اپنی آزادی کے لیے بیدار ہونے کی علامت کے طور استعمال کیا گیا ہے۔ جب چندری زمیندار کے پاس جاتی ہے تو راکھو راؤ سخت غصے میں آجاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تو کہاں گئی تھی اس پر چندری اسے بتاتی ہے:

"پرتاب ریڈی نے بلایا تھا۔ چندری بولی
تم وہاں کیوں گئیں
وہاں پر کیا ہوا؟
بڑے تھکے ہوئے لہجے میں بولی۔۔۔ کوئی نئی بات نہیں ہوئی وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا ہے۔
فاحشہ۔ راکھو راؤ غصے سے چلایا

میں فاحشہ نہیں ہوں، چندری نے غصے سے چمک کے کہا
میں نے اس سے صاف کہہ دیا کہ وہ میرے ساتھ سب کچھ کر سکتا ہے!
لیکن! میرے سینے پر ہاتھ نہیں رکھ سکتا ہے
سینے پر ہاتھ نہ رکھنے کا کیا مطلب ہے
کیونکہ اس سے بچہ دودھ پیئے گا۔"(۶)

کرشن چندر اپنے ناول "جب کھیت جاگے" میں ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ وہ کسانوں کو اپنے حقوق کے تحفظ اور انصاف کے لیے مل کر زمیندار اور سرمایہ دار کے خلاف لڑنا ہو گا۔ چندری کے اس مکالمے اور اپنے اوپر ہونے والے اس ظلم کی وجہ سے راکھو کے ذہن میں بغاوت کا عنصر جنم لے چکا تھا اور اس کا ذہن زمیندار کی برسوں پرانی غلامی سے آزاد ہو چکا تھا۔ وہ اپنی پرانی پہچان مٹا کر نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ معاشرے کو جگا سکے۔ اس طرح راکھو راؤ گاؤں چھوڑ کر شہر جانے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ وہ شہر میں جا کر ایک بنئے کی دکان پر برتن مانجھنا شروع کر دیتا ہے جس کے عوض اسے دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے۔ گاؤں میں بھی اسے زمیندار جگن ناتھ ریڈی دو روٹیاں ہی دیا کرتا کبھی کبھار تو اسے بھوکا بھی رہنا پڑتا۔ راکھو یہ محسوس کرتا ہے کہ وٹی شہروں میں بھی ہوتے ہیں اور ریڈی بھی شہروں میں ہوتے ہیں بس ان کی شکلیں بدلی ہوتی ہیں۔ گاؤں کی طرح شہروں میں بھی مزدور طبقے کا استحصال کیا جاتا ہے۔ گاؤں میں زمیندار کے ہاتھوں کسان کا استحصال ہوتا ہے جب کہ شہروں میں سرمایہ دار مزدور کا استحصال کرتے نظر آتے ہیں۔ اس ناول میں کرشن چندر نے گاؤں اور شہروں کے ماحول اور تہذیب کی عکاسی کی ہے اور دونوں جگہوں پر نچلے طبقے کو اعلا طبقے کے زیر اثر دکھایا ہے۔ کہانی کو دل چسپ بنانے کے لیے کرشن چندر بھی ترقی پسند شاعروں کی طرح عورت کو علامت بناتا ہے۔ کہانی میں ترقی پسند رومان پیدا کرنے کے لیے ناول نگار نے شاعرانہ انداز اختیار کیا ہے۔ کرشن چندر کے شاعرانہ انداز و بیان کے بارے میں علی سردار جعفری ناول کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"سچی بات یہ ہے کہ کرشن چندر کی نثر پر مجھے رشک آتا ہے وہ ہے ایمان کا شاعر جو افسانہ نگار کا روپ دھار کر آتا ہے اور بڑی بڑی محفلوں اور مشاعروں میں ہم سب ترقی پسند شاعروں کو شرمندہ کر کے چلا جاتا ہے وہ اپنے ایک جملے اور فقرے پر غزل کے اشعار کی طرح داد لیتا ہے اور میں دل ہی دل میں خوش ہوتا ہوں کہ اچھا ہوا اس ظالم کو مصرع موزوں کرنے کا سلیقہ نہ آیا ورنہ کسی شاعر کو پنپنے نہ دیتا۔"(۷)

کرشن چندر کے ناول "جب کھیت جاگے" کا کسان پریم چند کے ناول "گئودان" کے کسان سے ذرا نئے انداز اور روپ میں سامنے آیا ہے۔ گئودان کا کسان بے چارگی کے عالم میں نظر آتا ہے جب کہ "جب کھیت جاگے" کا کسان بے بس اور مصیبت زدہ دکھائی نہیں دیتا بل کہ اپنی اور دوسرے کسانوں کی مایوسی اور مصیبت ختم کرنے کے لیے جدوجہد کرتا نظر آتا ہے۔ کرشن چندر کے ناول کا کسان بہادر ہے اور ہمت سے کام لیتا ہے۔ وہ دیگر مزدوروں کو شعور اور حوصلہ و آگہی عطا کرتا ہے۔ کرشن چندر کے ناول کا ہیرو

راکھو ایک مثالی مرد ہے کیوں کہ مشکل حالات کے باوجود اس نے کبھی چوری نہیں کی اور نہ ہی کبھی کسی عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کیے۔ حالاں کہ اس کے ساتھی مزدوروں میں یہ دونوں علتیں موجود تھیں۔ کرشن چندر کے سوریہ پیٹ کے رہائشی مزدوروں کے کردار کو پیش کیا ہے اس اعتبار سے راکھو کے گاؤں کے لوگوں کے کردار بہتر ہیں۔ اس ناول میں اس بات کی عکاسی کی گئی ہے کہ شہر کے مقابلے میں گاؤں کی معاشرت صاف ستھری ہے۔

گاؤں میں منتقل ہونے کے بعد وہ شہر میں رکشہ چلانے لگا اور گاؤں کی سب تکلیفوں کو بھلا کر حیدرآباد کی پر رونق سڑکوں کی ہوا کھانے لگا کچھ ماہ تو اس نے سکون سے بسر کیے اس کے بعد اس کی طبیعت ٹھیک نہ رہی۔ وہ ہر لمحہ نئی نئی صورتوں میں بسر کرنے لگا۔ ایک مقبول نامی شخص نے راکھو کا علاج کرادیا اور اسے کاغذ کی مل میں نوکری بھی مل گئی۔ جب راکھو مل میں کام کرنے لگا تو اس کا واسطہ سرمایہ دارانہ نظام سے پڑا اور سوچنے لگا کہ گاؤں میں وہ زمیندار کے استحصال کا شکار تھا اور شہر آکر سرمایہ دار کے ہاتھوں کچلا جارہا ہے۔ اس ضمن میں ناول کا یہ اقتباس دیکھیے:

> "مل میں آخر اس نے کھلی سازش کا وسیع سلسلہ دیکھا جو ہندوستان کے شہروں کے بڑے بڑے سرمایہ داروں سے گاؤں کے زمینداروں تک پھیلا ہوا تھا جس کی جڑیں زندگی کے ہر شعبے میں زہر کی لکیر کی طرح پھیلی ہوئی تھیں جہاں ہر قدم پر نئی زندگی کو آگے بڑھنے کے لیے حالات کو بدلنے کے لیے انسان کو بہتر بنانے کے لیے، پرانی زندگی سے ٹکر لینا پڑتی تھی۔ مل میں آکر راکھو نے لڑنا سیکھا، نہ صرف لڑنا سیکھا بلکہ حیاتِ نو کے اس حسن کار کو دیکھا جس کے ہاتھوں میں لکڑی کے پرانے ٹکڑے اور کپڑوں کے گلے سڑے چیتھڑے کاغذ کے حسین ورق میں بدل جاتے ہیں۔"(۸)

اس ناول میں کرشن چندر نے مزدوروں کا مستقبل تاریک کرنے والے منافع خوروں کا ذکر کیا ہے۔ جو اپنے ناجائز منافع کے حصول کے لیے عام آدمی کا مستقبل بیچ دیتے ہیں۔ راکھو نے گاؤں میں زمیندار کو مزدور کا استحصال کرتے دیکھا تھا جب کہ شہر آنے کے بعد اس نے بڑے بڑے سرمایہ داروں کو محنت کش کا استحصال کرتے دیکھا جو زندگی کے ہر شعبے میں لوگوں کو لوٹتے نظر آتے ہیں۔ گاؤں میں ساری محنت کسان کرتا ہے اور سارا منافع زمیندار کماتا ہے اسی طرح شہروں میں کارخانوں میں مختلف پراڈکٹس بنانے میں ساری محنت مزدور اور کاریگر کرتا ہے جس کا فائدہ سرمایہ دار اٹھاتا ہے۔ اس نظام کی وجہ سے غریب بے حد غریب ہو گیا ہے اور امیر امیر تر ہوتا جارہا ہے۔ کرشن چندر کا یہ ناول سامراجی نظام کی تردید کرتا ہے۔ ناول نگار کے مطابق ہندوستانی عوام بے بس اور مجبور ہجوم کی طرح ہیں۔ جن کی قسمت میں غلامی، بھوک، افلاس اور بیماریاں لکھی ہوئی ہیں۔ کرشن چندر ایک محب وطن فکشن نگار ہیں وہ عوامی ہندوستان سے محبت کرتے ہیں۔ وہ راکھو راؤ کے روپ میں ہندوستان کے سارے مزدوروں کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صالحہ زریں رقم طراز ہیں:

"راکھو کے ذریعے وہ ماضی کی سیاہی کو مٹاتے ہوئے اور تاریخ کو بدلتے ہوئے مستقبل کا بہترین خواب سجانے کی اپنی کوشش میں کامیاب نظر آتے ہیں۔۔۔۔راکھو نوجوان ہے، بہادر ہے اس کے بازوؤں میں طاقت ہے۔ تبھی تو وہ زندگی جینے کا حوصلہ رکھتا ہے اور یہاں تک کہ وہ پھانسی کو بھی ہنستے ہنستے گلے لگالیتا ہے۔"(۹)

راکھو راؤ کسانوں کی تحریک میں شامل ہو کر کسانوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے۔ جگن ناتھ ریڈی کے علاقے میں کسانوں کو کچلنے کی کوشش کی جارہی تھی اسی وجہ سے راکھو دوبارہ شہر سے گاؤں واپس آتا ہے تاکہ ریڈیوں کے ظلم اور ناانصافی سے وٹیوں کو آزاد کرا سکے۔ کرشن چندر نے اس ناول میں راکھو کو ایک مثالی کردار کے روپ میں پیش کیا ہے اور انھوں نے کاشما اور کانتما جیسی بہادر عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ راکھو راؤ اور دیگر کسانوں کے جدوجہد ایک دن رنگ لے آئی اور کسانوں کو آزادی مل گئی۔ اب ہر کسان کھیت میں نہیں اپنی تقدیر میں ہل چلا رہا تھا۔ اب کسانوں کو ان کا حق مل گیا۔ گاؤں میں سارے کسان اپنی اپنی زمین کے مالک تھے۔ اب نہ کوئی مجرم تھا اور نہ کوئی ظالم تھا۔ راکھو ایک انقلاب کا نام تھا۔ اس ترقی پسند ناول نگار نے عورتوں کے حقوق اور آزادی کی بات کی ہے۔ ناول میں مخدوم کی نظم "تلنگن" کے اشعار بھی شامل کیے گئے ہیں۔

انگریزوں کی حکومت کے خاتمے کے بعد مقامی لوگوں کی حکومت قائم ہوئی تو یہ امید جاگی کہ حکومت اب جگن ناتھ ریڈی کو سزا دے گی لیکن ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ بل کہ ایک دن جہاز کے ذریعے سے فضا سے زمین پر پرچے گرائے گئے جس پر درج تھا کہ کسانوں کو زمینداروں کی زمین واپس کر دینی چاہیئے۔ ایک دن جگن ناتھ پولیس ساتھ لے کر آجاتا ہے راکھو بنکو کے اندر سکول میں بچوں کو پڑھا رہا تھا پولیس اسے گرفتار کر لیتی ہے۔ اس پر رضاکاروں کو قتل کرنے کا الزام لگا دیا جاتا ہے اور اسی الزام میں اسے پھانسی کی سزا ہو جاتی ہے۔ راکھو اراؤ اس ظلم پر اس طرح سوچتے ہیں:

"اگر ظلم سے مدافعت کرنا تشدد ہے، اگر اپنی جان کی حفاظت کرنا اپنی ماؤں کی عزت بچانا، اپنے گاؤں کے کھیتوں کی سنہری بالیوں کی حفاظت کرنا تشدد ہے تو پھر خود جینا بھی تشدد ہے اور سانس لینا بھی تشدد ہے اور دل کا دھڑکنا بھی تشدد ہے۔"(۱۰)

ناول "جب کھیت جاگے" کے قاری کو راکھو راؤ سے ہمدردی ہو جاتی ہے کیوں کہ راکھو نے نہ تو کسی پر ظلم کیا ہے اور نہ ہی اس نے کسی کا قتل کیا ہے بل کہ خود ظلم برداشت کیا ہے۔ ناول نگار نے راکھو کو بے قصور ثابت کیا ہے۔ راکھو کی آخری خواہش تھی کہ ریشم کی قمیص پر پھول کاڑھا ہو یہ راکھو کی آخری خواہش تھی۔ ریشم کی قمیص پر پھول کڑھائی کر کے عورتیں جیل پہنچ جاتی ہیں۔ راکھو کا بڑا والہانہ استقبال کیا جاتا ہے۔ بچے، بوڑھے اور عورتیں سب ایک جلوس کی شکل میں جیل پہنچ جاتے ہیں۔ راکھو قیدی کی قمیص اتار کر ریشم کی سرخ قمیص پہن لیتا ہے۔ یہ صرف ایک قمیص نہیں بل کہ عوام اور ان کی جدوجہد کا جھنڈا ہے۔ یہ قمیص جدوجہد کا نشان ہے۔

کرشن چندر نے اس ناول میں وہ جمہوری حقیقت نگاری کی ہے جس کا آغاز پریم چند نے کیا تھا۔ اس ناول میں کسانوں اور مزدوروں کی جمہوریت پسند لڑائی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس ناول میں شعور ہے، کل کی فکر ہے اپنے کا درد ہے، اپنے طبقے سے ہمدردی

کا احساس ابھرتا ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار بڑا ہی عظیم ہے۔ دوسرے ناولوں کی نسبت اس ناول کی زبان ذرا مختلف ہے۔ اس میں کسان اور مزدور طبقے کی زبان اور لہجے کا استعمال زیادہ ملتا ہے۔ ناول کی پوری فضا میں ایک جدوجہد نظر آتی ہے۔ کسان اور مزدور حکومت سے حقوق اور انصاف کے طلب کرتے نظر آتے ہیں۔ "جب کھیت جاگے" کرشن چندر کے ناولوں میں سب سے اہم ناول ہے۔ اس میں کسان اور مزدور ایک نئی شان سے سامنے آیا ہے۔ اس نے کئی سو سالہ روایت سے بغاوت اختیار کی ہے۔ اس نے زمیندار اور سرمایہ دار کی غلامی سے چھٹکارا پایا ہے۔ اس ناول کی تخلیق سے کسانوں کی بے بسی دور ہو جاتی ہے۔ ان میں زمیندار کے سامنے گردن اٹھا کر بات کرنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا حق مانگنے لگتا ہے۔ اس ناول میں کرشن چندر نے ہندوستان کے کسانوں ،مزدوروں اور درمیانے طبقے کے لوگوں کی زندگیوں کی عکاسی کی ہے۔

اس ناول کے ہیرو کو اپنا حق مانگنے پر پھانسی دے دی جاتی ہے۔ ناول کی کہانی ناول کے ہیرو راکھو راؤ کی گزری ہوئی زندگی سے شروع ہوتی ہے۔ اس ناول کا کسان نہ صرف ویر یا اور اس کا بائیس سالہ بیٹا راکھو ہے بل کہ ہندوستان کا کوئی بھی کسان ہو سکتا ہے۔ ناول کا ہیرو راکھو ایک غریب کسان کا بیٹا ہے جس نے ایک لڑکی سے محبت کی ہے، اس کے سینے میں کئی خواہشیں ابھرتی ہیں اس کی آنکھوں میں کئی خواب ہیں۔ س نے نفرت اور غصے کے جذبات کو محسوس کیا ہے۔ اور اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کے لیے جدوجہد کی ہے۔ کہانی میں کردار نگاری کرتے ہوئے ناول نگار انتہائی کامیاب نظر آتا ہے۔ اس کی کہانی میں اثر آفرینی ہے جو قاری کے سینے میں اتر جاتی ہے۔ یہ ناولٹ نہ صرف بائیس سالہ کسان راکھو راؤ کی کہانی ہے بل کہ تمام کسانوں کی عظمت، وقار اور آبرو کا ترجمان ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمد عقیلی رضوری، سید، مضمون، کرشن چندر کا تنقیدی مطالعہ، مشمولہ، ماہنامہ، افکار، کراچی، اکتوبر ۱۹۶۲ء، ص:۳۴۷

۲۔ کرشن چندر، جب کھیت جاگے، بمبئی: بمبئی بک ہاؤس، ۱۹۵۲ء، ص:۲۳۔۲۴

۳۔ ایضاً، ص:۲۵

۴۔ ایضاً، ص:۲۸

۵۔ ایضاً، ص:۴۴

۶۔ ایضاً، ص:۵۱۔۵۲

۷۔ ایضاً، ص:۱

۸۔ ایضاً، ص:۸۲۔۸۳

۹۔ صالحہ زریں، ڈاکٹر، مضمون، مشمولہ، ارتقا59 کرشن چندر نمبر، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص:۳۴۶۔۳۴۷

۱۰۔ کرشن چندر، جب کھیت جاگے، بمبئی: بمبئی بک ہاؤس، ۱۹۵۲ء، ص:۱۲۵۔۱۲۶